مشروعیت قربانی اور احکام و مسائل

عزیر احمد راشد ، پتوکی
فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ شاہد ہے کہ عید الاضحیٰ کے ایام میں اللہ تعالیٰ کے تقرب کے حصول کیلئے جانور ذبح کرنا تمام مسلمانوں میں بلا امتیاز مسلک و مکتب اور بلا تفریق عرب و عجم معمول چلا آرہا ہے۔ اور اس طویل عرصہ میں ہر ملک، ہر قوم، ہر زمانہ اور ہر دور کے کروڑوں مسلمان پورے ذوق وشوق سے اس سنت ابراہیمی پر دیوانہ وار عمل کرتے رہے ہیں اور سنت ابراہیمی کو تازہ کرتے آرہے ہیں۔

> اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ شاہد ہے کہ عید الاضحیٰ کے ایام میں اللہ تعالیٰ کے تقرب کے حصول کیلئے جانور ذبح کرنا تمام مسلمانوں میں بلا امتیاز مسلک و مکتب اور بلا تفریق عرب و عجم معمول چلا آرہا ہے۔ اور اس طویل عرصہ میں ہر ملک، ہر قوم، ہر زمانہ اور ہر دور کے کروڑوں مسلمان پورے ذوق وشوق سے اس سنت ابراہیمی پر دیوانہ وار عمل کرتے رہے ہیں اور سنت ابراہیمی کو تازہ کرتے آرہے ہیں

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قربانی کے جانور کی عمر، ایام قربانی، وجوب قربانی کیلئے ضروری نصاب اور اس قسم کی بعض دوسری جزئیات میں فقہا کے ہاں اختلاف موجود ہے لیکن نفس قربانی کی مشروعیت اور اس امر پر کہ قربانی کسی خاص مقام سے مخصوص نہیں جس طرح پرویزی گروہ کا باطل نظریہ ہے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس گروہ کی تردید کیلئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ملت اسلامیہ کا متواتر عمل اس کی مشروعیت کی سب سے بڑی دلیل ہے عہد نبوت سے آج تک ہر نسل کے بعد دوسری نسل پورے یقین و اذعان کیساتھ اس پر عمل پیرا رہی ہے ہر دور کے مسلمانوں نے اپنے اسلاف سے یہ طریقہ اخذ کیا اور آنے والی نسل تک پہنچایا۔

اگر تاریخ اسلام کے کسی دور میں اسے از خود ایجاد کرکے دین میں شامل کیا گیا ہوتا تو ناممکن بلکہ محال تھا کہ امت اسے بالاتفاق قبول کرلیتی اور کوئی فرد اس کے خلاف لب کشائی نہ کرتا عقل اس بات کو قبول کرنے سے قطعاً انکاری ہے کہ ایک بدعت کو جزو دین بنا کر اس کی مشروعیت پر سینکڑوں احادیث وضع کرلی جاتیں اور پوری امت آنکھیں بند کئے بیٹھی رہتی۔ اس کے برعکس ہماری تاریخ میں سینکڑوں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ دین میں ادنیٰ سے ادنیٰ اضافہ بھی گوارا نہ کیا گیا بلکہ اس کے خلاف نہایت شدت سے صدائے احتجاج بلند ہوئی ایسی صورت حال کے باوجود اگر اس عمل متواتر کو اور سنت ابراہیمی کو محض رسم کہہ کر نظر انداز کردیا جائے تو پھر بتایا جائے کہ وہ کونسا معیار ہے اور کونسا اسلوب تحقیق ہے کہ جسے اختیار کرکے تاریخ اسلام کی جانچ پڑتال کی جائے اور راہ صواب کو اختیار کیا جائے۔

اقتصادی نقطہ نگاہ سے قربانی کی اہمیت

منکرین سنت اور کچھ اباحت پسند حلقے قربانی کو معاشی اور اقتصادی حیثیت سے بھی نقصان دہ خیال کرتے ہیں ان کے اس اعتراض کو صحیح باور کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کریں کہ اسلام کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ وہ دین کامل ہے بلکہ یہ ہماری معاشیات کیلئے مضر اور اقتصادیات کیلئے تباہ کن

ہے۔

یادرکھیے اقتصادی استحکام کیلئے یہ امر بے حد ضروری ہے کہ امراء کی دولت غرباء کو منتقل ہوتی رہے اگر یہ اصول ٹھیک ہے تو پھر ملک میں لاکھوں

اگر ان تمام افراد سے وہ نہیں پوچھ سکتے تو ذرا اپنی حکومت کے شعبہ تجارت سے معلوم فرمائیے کہ قربانی کی کھالوں ہڈیوں اوراُون وغیرہ سے کس قدر زر مبادلہ حاصل کرتے ہیں پھر

تاریخ میں سینکڑوں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ دین میں ادنیٰ سے ادنیٰ اضافہ بھی گوارا نہ کیا گیا بلکہ اس کے خلاف نہایت شدت سے صدائے احتجاج بلند ہوئی ایسی صورت حال کے باوجود اگر اس عمل متواتر کو اور سنت ابراہیمی کو محض رسم کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے تو پھر بتایا جائے کہ وہ کونسا معیار ہے اور کونسا اسلوب تحقیق ہے کہ جسے اختیار کرکے تاریخ اسلام کی جانچ پڑتال کی جائے اور راہ صواب کو اختیار کیا جائے۔

افراد کا ذریعہ معاش یہی ہے کہ وہ ریوڑ پالیں اور عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ان کو فروخت کرکے سال بھر کے اخراجات پورے کریں پھر لاکھوں قصاب ہیں جو ان ایام میں ذبح کرنے کی معقول اجرت وصول کرتے ہیں پھر لاکھوں ایسے غریب گھرانے ہیں کہ جن کے گھر سال بھر میں صرف انہی ایام میں عمدہ غذا کا اہتمام ہوتا ہے اور ایسے افراد چرمہائے قربانی سے بیسیوں ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

پھر ملک بھر میں بے شمار رفاہی ادارے یتیم خانے ایسے ہیں جن کا سالانہ بجٹ قربانی کی کھالوں سے مستحکم ہوتا ہے۔ ہزاروں خاندان ہیں جن کا ذریعہ معاش چمڑے کی رنگائی ہے۔ ذرا مذکورہ تمام پہلوؤں پر سابقہ ذکر کئے گئے اصول کو مدنظر رکھ کر سوچیں کہ قربانی اقتصادی نقطہ نظر سے بہتر ہے یا نقصادہ دہ؟

اندرون ملک کتنی مصنوعات ہیں جن کا انحصار چمڑہ ،ہڈی، سینگ اور انتڑیوں پر ہے۔

آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

قرآن کا اعجاز ہے کہ اس نے ان تمام فوائد کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے اور قربانی کی اہمیت کو ہر لحاظ سے نفع مند ہونے کے وسیع مفہوم کو کلمہ فیھا خیر کہہ کر منکرین کے تمام ہفوات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔

قربانی سنت ھے یا فرض؟

علماء کا اختلاف ہے کہ قربانی فرض ہے یا سنت؟ لیکن احادیث سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ جب تک مدینہ منورہ رہے قربانی کرتے رہے۔ اور دوسرے مسلمان بھی قربانی کرتے رہے۔ کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا

کہ آپ ﷺ نے قربانی کیلئے وجوبا حکم دیا ہو۔

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ قربانی واجب ہے؟ تو جواب میں فرمایا: ضحی رسول الله والمسلمون سائل نے قربانی کے وجوب وغیرہ کا حکم نہ پاکر دوبارہ سوال کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم سمجھتے نہیں؟ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے بھی قربانی دی اور عام مسلمان بھی قربانی دیا کرتے تھے (ترمذی ۱/ ۲۷۷، ابواب الاضاحی)

دوسری روایت میں ہے: اقام رسول الله ﷺ بالمدينة عشر سنين يضحى (ترمذی ۱/ ۲۷۷، ابواب الاضاحی)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ابن عمر کا قول اول نقل کر کے فرماتے ہیں والعمل على هذا عند اهل العلم ان الاضحية ليست بواجبة ولكنها سنة عن سنن النبى ﷺ (ترمذی ۱/ ۲۷۷، ابواب الاضاحی)

ابن حزم کا قول:

لا يصح عن احد من الصحابة انها واجبة (فتح الباری ۱۰/۳ کتاب الأضاحی، عون المعبود ۲۲۲/۵ کتاب الضحایا)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: وصح انها غير واجبة عن الجمهور (حواله ایضا)

امام طحاوی رحمة الله علیه کا فرمان:

ولیس فی الاثار ما یدل علی وجوبه (حواله ایضا)

بعض علماء نے اسے واجب کہا ہے جس طرح امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ تجب علی المقیم المؤسر۔ (عون المعبود ۲۲۲/۵، کتاب الضحایا، فتح الباری ۳/۱۰)

لیکن واجب کہنے والوں کے دلائل قوی نہیں ہیں کوئی روایت ایسی نہیں جس کی بناء پر قربانی کو واجب کہا جا سکے جس طرح ہم امام طحاوی کا قول نقل کر چکے ہیں۔ ابن ماجہ کی ایک روایت سے وجوب والے دلیل پکڑتے ہیں من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا

لیکن یہ روایت موقوف ہے مرفوع نہیں جس طرح حافظ ابن حجرؒ نے روایت نقل کر کے لکھا ہے : والموقوف اشبه بالصواب۔ (فتح الباری ۳/۱۰، کتاب الاضاحی)

دوسرا یہ کہ اس میں عبداللہ بن عباس منکر الحدیث راوی ہے۔

دوسری روایت:

ابن ماجہ کی ایک دوسری روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

یا ایها الناس ان علی کل اهل بیت فی کل عام اضحیة

لیکن یہ روایت بھی وجوب کی دلیل نہیں بن سکتی ہے۔ جس طرح کہ حافظ ابن حجر نے روایت نقل کر کے لکھا ہے۔

ولا حجة فیه لان االصیغة لیست صریحة (فتح الباری ۴/۱۰، کتاب الاضاحی)

(۲) اس حدیث میں عامر ابو رملہ مجہول راوی ہے۔

اسناد هذا الحدیث ضعیف وفیه ابو رملة بن ابی رملة لا یعرف الابه (عون المعبود شرح ابو دائود ۲۲۰/۵)

قربانی واجب تو نہیں لیکن وسعت کے باوجود اس کا ترک درست نہیں ہے کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔ اور علماء نے بغیر عذر کے قربانی نہ کرنے کو مکروہ خیال کیا ہے جس طرح امام احمد کا قول ہے کہ بکسره ترکها مع القدرة (فتح الباری ۴/۱۰)

محمد بن حسنؒ کا فرمان ہے هی سنة غیر مرخص فی ترکها (حواله ایضا)

کیونکہ اس کو علماء نے شرائع دین سے شمار کیا ہے۔ ولا خلاف فی کونها من شرائع الدین (فتح الباری: ۴/۱۰)

قربانی چھوڑنے والا بہت بڑے ثواب سے محروم رہتا ہے۔

اسی طرح قربانی نہ کرنے سے انسان فضیلت سے محروم رہتا ہے۔

قربانی کی فضیلت:

رسول مکرم ﷺ دس سال مدینہ منورہ میں رہے آپ ہر سال قربانی کرتے رہے اور مسلمان بھی قربانی کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کا اس عمل پر ہمیشگی کرنا قربانی کی فضیلت کو واضح کر رہا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو سنت ابراہیم کہا ہے۔

اس طرح قربانی اس اعتبار سے اہم اور افضل عمل ہے کیونکہ یہ عشرہ ذوالحجہ میں کیا جاتا ہے۔ اور فرمان رسول ﷺ ہے:

ما العمل فی ایام افضل منها فی هذه قالوا ولا الجهاد قال ولا الجهاد الا رجل خرج یخاطر بنفسه وماله فلم یرجع بشیء۔ (بخاری شریف: ۱۳۲/۱)

اس طرح قربانی کرنے سے انسان کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین۔ جس کو اللہ نے طاقت دی ہے اس کو چاہئے کہ اس مال کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر اس کے راستے میں قربان کر دے۔

قربانی کے جانور کی عمر

قربانی کا جانور اونٹ گائے بکرا وغیرہ کم از کم مسنہ ہو یعنی جس کے دو دانت ٹوٹ چکے ہوں۔

فرمان رسول ﷺ ہے: لا تذبحوا الا مسنة الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جزعة من الضأن (مسلم شریف، وابو دائود ۲۳۹/۵، باب ما یجوز من السن فی الضحایا)

قربانی کا جانور بے عیب ہو۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا جوئی کا تقاضا ہے کہ اس کے حضور ایک عمدہ اور بے عیب جانور کی قربانی پیش کی جائے عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ مختلف احادیث میں عیوب کی تفصیل نبی مکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

۱) لنگڑا، جس کا لنگڑا پن واضح ہو۔
۲) کانا، جس کی آنکھ کا نقص صاف ظاہر ہو۔
۳) بوڑھا، جس کی ہڈیوں میں مغز باقی نہ ہو
۴) بیمار، جس کی بیماریاں نمایاں ہوں۔
۵) جس کا کان اگلی طرف سے کٹا ہو
۶) جس کا کان پچھلی طرف سے کٹا ہو
۷) جس کا کان لمبائی میں چیرا ہوا ہو
۸) جس کے کان میں گول سوراخ ہو
۹) جس کا کان یا سینگ جڑ سے کٹا ہو۔ (جس کے سینگ قدرتی طور پر نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے)
۱۰) بہت کمزور جو دوسروں کے ساتھ نہ چل سکتا ہو۔
۱۱) جو ہڈی ٹوٹنے سے بیکار ہو گیا ہو۔

کیا خصی ہونا عیب ہے؟

یہ عیب نہیں ہے رسول اللہ ﷺ سے خصی جانور کی قربانی کرنا ثابت ہے۔ جس طرح ابو داؤد میں حدیث ہے: عن جابر قال ذبح النبی ﷺ یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجاین الی آخر الحدیث۔ (ابو دائود ۲۲۸/۵، حدیث نمبر ۲۷۹۲)

بعض نسخوں میں موجاین کی بجائے موجیین اور بعض میں موجوئین ہے۔ (عون المعبود: ۵/ ۲۲۸)

حافظ ابن حجر کا فرمان:

حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وفیه جواز الخصی فی الضحیة

کہ مذکورہ حدیث کی بناء پر خصی جانور ذبح کرنا درست ہے۔ مزید فرماتے ہیں:

لیس هذا عیبا لان الخصاء یفید اللحم طیبا وینفی عنه الذهومة وسوء الرائحة (فتح الباری ۱۰/ ۱۰، وایضا فی عون المعبود ۲۲۹/۵)

ترجمہ: جانور کا خصی کرنا عیب نہیں بلکہ بعض وجوہ سے مفید ہے مثلاً گوشت پاکیزہ، بہترین اور بدبو سے پاک ہو جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خصی کرنا عیب نہیں ہے بلکہ بعض وجوہ سے مفید ہے۔

اگر قربانی خریدنے کے بعد عیب پیدا ہو جائے

اگر قربانی خریدنے کے بعد عیب پیدا ہو جائے مثلاً ٹانگ وغیرہ ٹوٹ جائے تو کیا اس کی قربانی درست ہے؟ بہتر یہی ہے کہ اگر اس کے پاس طاقت ہے تو وہ ایسے جانور کی قربانی سے پرہیز کرے اس کے عوض صحیح جانور قربانی کرے کیونکہ عیب والے جانور قربانی کرنے سے نبی مکرم نے منع فرمایا ہے۔

ہاں اگر اس میں طاقت نہیں ہے کہ وہ نیا جانور خرید سکے تو اس صورت میں علماء نے اجازت دی ہے کہ نہ کرنے سے وہ وہی عیب والا جانور کر دے کیونکہ جب اس نے خریدا تھا قربانی کیلئے تو عیب دار نہیں تھا۔

اس سلسلہ میں ابن ماجہ میں ایک حدیث بھی موجود ہے:

عن ابی سعید الخدری قال ابتعنا کبشا نضحی به فاصاب الذئب من الیته او اذنه فسألنا النبی ﷺ فامرنا ان نضحی به (ابن ماجه حدیث نمبر 3146 باب من اشتری اضحیة صحیحة فاصابها عنده شئی)

یہ حدیث جابر جعفی اور محمد بن قرظہ کی وجہ سے اگرچہ ضعیف ہے لیکن علماء نے اس کے مطابق تنگ دست کو اجازت دی ہے۔ لیکن خوشحالی کیلئے مذکورہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی۔

میت کی طرف سے قربانی

اس سلسلہ میں نبی مکرم ﷺ سے کوئی

روایت مروی نہیں ہے کہ آپ نے اجازت دی ہو یا منع فرمایا ہو۔

دو احادیث سے علماء استدلال کرتے ہیں۔

ایک حدیث ابوداؤد میں ہے: حضرت علی کا فرمان ، ان رسول اللہ اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ (ابو دائود، حدیث نمبر 2787 باب الاضحیۃ عن المیت)

اس روایت میں ابوالحسنا مجہول راوی ہے

اس لئے جو علماء ممانعت کا کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن جواز والے ایک دوسری روایت پیش کرتے ہیں جو سند کے اعتبار سے قوی ہے صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے قربانی ذبح کرتے وقت فرمایا اے اللہ یہ میری طرف سے آل محمد اور محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما۔ ثم قال بسم اللہ اللھم تقبل من محمد و آل محمد ومن امۃ محمد ثم ضحی بہ (صحیح مسلم)

آپ نے آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قربانی کی ہے ان میں مردہ اور زندہ بھی شامل ہیں لہٰذا جو علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں ان کی یہ دلیل قوی ہے لہٰذا اگر کوئی انسان میت کیطرف سے قربانی کرنا چاہئے تو کرسکتا ہے۔

اسی طرح میت کی طرف سے کی گئی قربانی سے خود بھی کھائے اور صدقہ بھی کرے یہ کہنا کہ ایسے گوشت سے خود نہ کھانے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ آپ ﷺ قربانی کے گوشت سے خود بھی کھاتے صدقہ بھی کرتے تھے۔

قربانی کا وقت

> انسان کیلئے اصل تو وہی ہے جو وہ صدقہ کردے وہی اس نے حقیقی طور پر اپنا مال بنایا ہے جو اس کو کام دے گا جو اس نے خود کھا لیا وہ تو کھا کر ختم کردیا لیکن جو دوسروں کو صدقہ کردیا وہ اپنے لئے ذخیرہ کرلیا اس لئے انسان کو چاہئے کہ قربانی کے گوشت سے زیادہ سے زیادہ غرباء میں تقسیم کرے

قربانی کا وقت عید کی نماز کے بعد ہے جس نے نماز سے قبل قربانی کی اس کی قربانی نہیں ہے۔ عام صدقہ کی طرح صدقہ ہے جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے:

من کان ذبح قبل ان یصلی فلیعد مکانھا ومن لم یکن ذبح فلیذبح بسم اللہ۔

حضرت جندب بجلی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا تو فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کو ذبح کر ڈالا ہے اس کو چاہئے کہ دوبارہ قربانی کرے جس نے ذبح نہیں کیا وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے (مسلم شریف ۲/۱۵۴)

کتنے دن گوشت کھا سکتا ہے

پہلے تو رسول مکرم ﷺ نے روک دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ نہ کرو لیکن بعد میں آپ نے اجازت دی تھی کہ تین دن سے زائد ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔

قال رسول اللہ یا اھل المدینۃ لا تاکلوا لحم الاضاحی فوق ثلاث فشکوا الی رسول اللہ ﷺ ان لھم عیالا وحشما وخدما فقال کلوا واطعموا واجسوا وادخلوا (مسلم شریف:۲/۱۵۹)

اس سے معلوم ہوا کہ انسان تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرسکتا ہے لیکن اگر ضرورت ہو تو غرباء کی تعداد زیادہ ہو قربانی والے کم ہوں تو ایسے حالات میں مالداروں کا حق بنتا ہے۔ کہ ذخیرہ اندوزی سے پرہیز کریں اور گوشت غریبوں میں تقسیم کردیں۔

کتنا گوشت صدقہ کرے

اس سلسلہ میں رسول مکرم ﷺ کی کوئی حدیث نہیں کہ اتنا صدقہ کرو اور اتنا رکھ لو۔

بعض حضرات گوشت کے تین حصے کرنے کو سنت سمجھتے ہیں یہ تقسیم کسی حدیث میں نہیں ہے۔

حدیث میں عام حکم ہے: کلوا

واطعموا کہ خود بھی کھاؤ اور غرباء کو بھی کھلاؤ۔ جو سائلین آئیں ان کو بھی جو سائل بن کر نہیں آتے لیکن غریب ہیں ان کا حصہ بھی ان تک پہنچاؤ انسان کیلئے اصل تو وہی ہے جو وہ صدقہ کردے وہی اس نے حقیقی طور پر اپنا مال بنایا ہے جو اس کو کام دے گا جو اس نے خود کھالیا وہ تو کھا کر ختم کر دیا لیکن جو دوسروں کو صدقہ کر دیا وہ اپنے لئے ذخیرہ کرلیا اس لئے انسان کو چاہئے کہ قربانی کے گوشت سے زیادہ سے زیادہ غرباء میں تقسیم کرے۔

اسی کا حکم قرآن ہمیں دے رہا ہے۔

فاذا وجبت جنوبها فكلو منها واطعموا القانع والمعتر (سورۃ الحج پارہ نمبر 17)

اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا

نبی مکرم ﷺ مدینہ منورہ میں عام طور پر اپنے دست مبارک سے قربانی کے جانور ذبح کرتے اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے 63 اونٹ خود ذبح کئے اور 37 اونٹ حضرت علیؓ نے ذبح کئے معلوم ہوا کہ قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے باب من ذبح الاضاحی بیده پھر رسول مکرم ﷺ کا اپنے ہاتھ سے قربانی کرنے کا فعل ذکر کیا چنانچہ حدیث میں ہے۔ عن انس قال ضحى النبي ﷺ بكبشين املحين فرايته واضعا قدمه على صفاحهما يسمي ويكبر فذبحهما بيده (صحيح بخاري حديث نمبر 5558)

اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ سے قربانی نہیں کر سکتا تو کسی دوسرے سے قربانی کروا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے ۳۷ اونٹ ذبح کئے اور رسول مکرم ﷺ نے اپنی عورتوں کی طرف سے قربانی اپنے ہاتھ سے کی چنانچہ صحیح بخاری میں ہے وضحى رسول الله عن نسائه بالبقر (صحيح بخاري حديث 5559)

اس حدیث پر امام بخاری نے باب قائم کیا ہے:

باب من ذبح ضحية غيره

سابقہ باب میں ذکر کیا کہ قربانی اپنے ہاتھ سے کرنا رسول مکرم کا فعل ہے پھر یہ باب بندھا کہ اپنے ہاتھ سے ضروری نہیں کوئی دوسرے کی قربانی بھی کر سکتا ہے؟ سو بہتر یہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے قربانی کی جائے۔ ہمارے اکثر بھائیوں کا عذر یہ ہوتا ہے کہ قربانی کی دعائیں نہیں آتی اس لئے ہم خود نہیں کرتے ایسے بھائیوں کو چاہئے کہ اپنا عذر ختم کریں اور دعائیں یاد کر کے قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔

قربانی کی دعائیں

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے قربانی ذبح کرتے وقت پڑھا بسم الله اللهم تقبل من محمد وآل محمد ومن امة محمد ثم ضحى به (مسلم شريف ١٥٦/٢)

مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ قال ويقول بسم الله والله اكبر (مسلم شريف ١٥٦/٢)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنے والا عند الذبح (ذبح کرتے وقت) بسم الله والله اكبر اللهم تقبل مني کہے۔

اگر دوسرے کی قربانی ہے تو مني کی جگہ اس کا نام لے۔

عورت کا ذبیحہ

عورت اگر قربانی ذبح کرے اپنے ہاتھ سے تو جائز ہے۔ اس سلسلہ میں شرعی ممانعت نہیں ہے۔

امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں ابوموسیٰ سے تعلیقاً نقل کیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کریں۔

اور فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

کہ مستدرک حاکم میں یہی روایت موجود ہے۔ اور اس روایت کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں۔ وسنده صحيح (فتح الباری ۱۰/۱۹)

اس کے علاوہ شریعت نے عورت کو ذبح سے منع بھی نہیں کیا ہے لہٰذا عورت ذبح کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قران و حدیث کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔